توہین مذہب ورسالت اور سماجی رویے، اسلامی تناظر میں

Blasphemy and social attitudes in Islamic perspective

پروفیسر ڈاکٹر سید از کیا ہاشمی*

ABSTRACT:

Extremism is a challenge facing the societies both on secular and religious level, which has damaged the society with disrupting peace and creating caos in the world. There is a dire need of an academic discussion regarding the various aspects of the issue in Islamic and social perspectives. This is an attempt to realize the sensitivity of the subject and providing a balanced approached in the light of Islamic teachings. This article draws attention of the concerned authorities to play their role for the stoppage of blasphemous activities by implementation of the existing law and its development by determining the punishment against false accusation. The article also explains that what Islam expects from the Muslims and guides them in expressing their feelings and showing their attitudes, behavior and fixing their responsibilities regarding the issue with true Islamic spirit. The article draws the attention of the non-Muslim countries and communities as well to display impartiality, truth and realistic attitude and appropriate legislation by considering the blasphemous activities as a heinous crime.

*Chairman, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University, Mansihra.

موجودہ انتشار ،افتراق اور لاقانونیت کی فضا اصحاب علم و دانش اور درد مند دل رکھنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ پروپیگنڈے اور افواہوں کی گرم بازاری عام ہے۔ ہمارے انفرادی اوراجتماعی رویوں میں متشددانہ رجحانات کا اضافہ روز بروز بڑھتا چلا جارہاہے۔ قومی اور بین الاقوامی سطح کی پالیسیاں اور اقدامات بھی اسی صورت حال کی آئینہ دار ہیں۔انتہاء پسندی کی جڑیں چاہے مذہب بیزاری کی شکل میں ہوں یامذہب پرستی[1] کی صورت میں نہ صرف بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہیں بلکہ مضبوط اور مستحکم ہو رہی ہیں۔نسلی، لسانی،مذہبی، مسلکی اور گروہی اختلافات نے قومی وحدت اور یکجہتی کوبری طرح سے مجروح کرر کھاہے۔ پروپیگنڈے اور افواہوں کی گرم بازاری عام ہے۔ قانون کا عدم احترام اور اس کی بالا دستی مفقود نظر آتی ہے انتہاء پسندی اور جذباتیت پر مبنی رویے کسی ایک جماعت یا طبقے کے ساتھ مخصوص نہیں،نہ یہ کسی ایک قوم یا مذہب کا مسئلہ ہے ،انہیں اخلاقی تعلیمات ہی کے ذریعے متوازن بنایا جا سکتاہے۔ مغربی مفکرین کہتے ہیں کہ ہمارے مسائل کا حل سائنسی تجربہ گاہوں میں نہیں مل سکتا۔ ہمارے مسائل اخلاقی ہیں اور سائنس اخلاق کے دائرے میں کوئی دخل نہیں رکھتی۔ان معاشرتی بیماریوں کو خدا کے بغیر حل کرنے کے نتائج ہمارے سامنے آچکے ہیں۔مذہب کی ان تعلیمات ہی کے ذریعے بہتر معاشرہ کی تشکیل اور متوازن اور معتدل شخصیت کی تعمیر ممکن ہے جو آج کا بہت بڑا چیلنج ہے۔ قرآن وسنت اوراسوہ نبوی ﷺ کی روشنی میں مذکورہ ہدف کو بخوبی حاصل کیا جاسکتاہے اور انفرادی اور اجتماعی رویوں میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے، جنہیں درج ذیل نکات میں پیش کیا جارہاہے۔

1۔　اسلام آزادی رائے (Freedom of Expression) کا علمبر دار ہے وہ اختلاف اور تنقید کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ حقیقت تک رسائی اس کے بغیر ممکن نہیں مگر کسی کی بھی توہین وتذلیل اور استہزاء کی اجازت نہیں دیتا، حتی کہ اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے

لیے بتوں اور معبودان باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ:

وَلَا تَسُبُّوا ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا ٱللَّهَ عَدۡوَۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٖ۔[2]

ترجمہ: اور انہیں گالیاں نہ دو جنہیں یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں کہیں یہ لوگ حد سے تجاوز کر کے اپنی جہالت کی بناء پر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں۔

گالیوں پر وہ اترتا ہے جن کے پاس دلیل نہ ہو اور سچائی پر مبنی مذہب کے پاس ٹھوس دلائل کی کوئی کمی نہیں۔ اسلامی تعلیمات، قرآن حکیم اور فرامین نبوی ﷺ پر ہر دور میں اعتراضات ہوتے رہے مگر مسلمانوں نے ان کی باتوں پر جذباتی ہونے کے بجائے دلیل و منطق سے جواب دیا۔ آزادی اظہار رائے کی آڑ میں توہین رسالت اور توہین مذہب انتہائی سنگین جرم ہے جس کے سدباب کے لیے نہ صرف عالمی سطح پر قانون سازی ضروری ہے بلکہ ملکی سطح پر بھی ثبوت جرم کے بعد قوانین کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قانون ہاتھ میں لینے کے رجحان کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔ توہین رسالت و مذہب کے مجرموں کا تحفظ، مغربی دنیا میں سیاسی پناہ اور خصوصی پروٹوکول عوامی جذبات میں اشتعال پیدا کرنے کا ایک اہم سبب ہے جس کی طرف حکومتوں کو مناسب توجہ دینی چاہیئے جو کہ پوری دنیا میں پرامن بقائے باہمی(Peaceful Coexistence)کے لیے ضروری ہے۔

2۔ توہین رسالت کے حوالے سے مغربی رویے نہ صرف باہمی منافرت اور تعصب میں اضافہ کر رہے ہیں بلکہ یہ زہر ہمیں تہذیبوں کے تصادم کی طرف بھی لے جا رہا ہے۔ ایک طرف ڈائیلاگ اور مکالمہ کی بات اور دوسری طرف آزادی اظہار کے عنوان سے توہین کی کھلی اجازت اور ایسے اشخاص کی حوصلہ افزائی دراصل وہ منافقانہ رویہ ہے جو اصلاح طلب ہے۔ اسلامی تعلیمات تمام مذاہب اور مقدسات کے احترام کی تعلیم دیتی ہیں اس حوالے سے نہ صرف ملکی سطح پر بلکہ عالمی سطح

پر ضروری قانون سازی کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ کے Basic charter کا بھی تقاضہ ہے کہ تمام مذاہب اور انبیاء کی حرمت کے تحفظ کے لیے بین الاقوامی قوانین بنائے جائیں اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

3۔ مختلف مذہبی حلقوں کی طرف سے توہین آمیز مواد کا بار بار تذکرہ اور سوشل میڈیا پر بار بار توہین آمیز مواد کی نشاندہی اور اشاعت بھی کسی حد تک توہین رسالت کا باعث بنتی ہے جس سے اجتناب انتہائی ضروری ہے، (البتہ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے ثبوت کے لیے بطور ریکارڈ رکھا جا سکتا ہے) اس قسم کے مواد پر غیر محتاط Comment سے گریز کرنا چاہئے جس سے Confusion پیدا ہو جو فتنہ وفساد کا باعث بنے یا جس سے خود اپنی ذات یا دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

4۔ اسلام میں توہین رسالت نا قابل معافی جرم ہے اور اس کے مرتکبین کو دنیا اور آخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہے اور عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ملکی قوانین میں توہین رسالت کی سزا موت ہے۔ مختلف اہل علم کی رائے کے مطابق یہ سزا دراصل ایک تعزیری سزا ہے جس میں جرم کی نوعیت، اس کے اثرات، مجرم کی حیثیت اور سزا کے ممکنہ سیاسی سماجی اثرات کے لحاظ سے اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہو سکتی ہے اور اس حوالے سے یہ تجویز بھی بہت اہم ہے کہ الزام غلط ثابت ہونے کی صورت میں الزام لگانے والا بھی مستوجب سزا ہونا چاہئے جس کے لیے مناسب قانون سازی کی جا سکتی ہے۔ تاکہ نہ صرف بے گناہ سزا کی بھینٹ چڑھنے سے بچ سکیں بلکہ غلط الزام لگانے والوں کی بھی حوصلہ شکنی ہو سکے۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں توہین رسالت کے قانون کے تحت مقدمات میں نصف سے زیادہ مقدمات میں ملزم مسلمان ہیں ان میں سے بعض کیسز ایسے ہیں جو مسلکی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف درج کروائے گئے ہیں۔ اس قسم کے

الزامات چاہے وہ مسلمانوں کے خلاف ہوں یا غیر مسلموں کے خلاف ان کی منصفانہ تحقیق ہر قسم کے مذہبی اور مسلکی تعصبات سے بالاتر ہو کر کرنا ضروری ہے۔ بد قسمتی سے توہین رسالت پر سزا کا مسئلہ اس وقت مغرب اور اس سے متاثرہ افراد و طبقات کے لیے قابل قبول نہیں مگر وہ اس کی مخالفت میں قانون کے غلط اور جانبدارانہ استعمال کا حوالہ دیتے ہیں۔ جب کہ ہمارے مذہبی اور معاشرتی رویے بالعموم ان کے موقف کو جواز فراہم کر رہے ہیں جن کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

5۔ بغیر ثبوت اور تحقیق کے کسی کے خلاف فتویٰ چاہے کفر کا ہو یا ارتداد کا، توہین مذہب کا ہو یا توہین رسالت کا ناجائز ہے اور ایسا اقدام سنگین جرم ہے۔ تکفیر کا معاملہ انتہائی نازک اور حساس ہے کیونکہ کسی مسلمان کی تکفیر کا نتیجہ اسے مباح الدم سمجھ کر واجب القتل ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ آدمی کو گالی دینے سے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنا مذہب سے اخراج پر، حدیث میں ہے کہ:

الا ان تروکفراً بواحاً عندکم من اللہ فیه برھان۔[3]

ترجمہ: مگر یہ کہ تم صریح کفر دیکھو اور تمہارے پاس اللہ تعالی کی جانب سے دلیل ہو۔

یعنی کہ جب تک کفر صریح اور واضح نہ ہو بڑے سے بڑا گناہ بھی کسی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک دوسرے حدیث میں ہے کہ:

اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا احدھما۔[4]

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور پلٹتا ہے۔

ایک صحابی نے مشرکین سے لڑتے ہوئے ایک شخص پر تلوار چلائی اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا مگر اسنے پرواہ نہ کی اور قتل کر دیا حضور ﷺ نے اس پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا انہوں نے یہ

عذر پیش کیا کہ اسنے تو ڈر سے کلمہ پڑھا تھا آپ ﷺ بار بار افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے جاتے تھے کہ کیا تم نے اسے لا الہٰ الا اللہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا۔

عن اسامة ابن زیدؓ قال بعثنارسول الله ﷺ سرية الى الحركات فنذروا بنا فهربوا فادركنا رجلاًفلما غشيناه قال لااله الاالله فضربناه حتى قتلناه فذكرته للنبى ﷺ فقال من لك بلا اله الاالله يوم القيامه فقلت يارسول الله ﷺ انما قالها مخافة السلاح قال افلاشققت عن قلبه حتى تعلم من اجل ذالك قالهام لا۔[5]

ترجمہ: حضرت اسامہ ابن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں ایک سریہ میں حرکات کی ترف بھیجا، انہوں نے ہمارا پیچھا کر لیا پھر وہ بھاگ گئے، تو ہم نے ان میں سے ایک آدمی کو پایا جب ہم نے اس کو قابو کر لیا اس نے کلمہ پڑھا تو ہم نے اسے مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ ہم نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کلمہ کے مقابلے میں تمہارا کون ہو گا تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے تو اسلحے کے خوف سے کلمہ پڑھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟ کہ اس نے اسی وجہ سے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں؟ (یعنی کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں یعنی ظاہر پر فیصلہ کرنا چاہیے تھا دلوں کا حال اللہ جانتا ہے)۔

محض شک کی بناء پر کسی مسلمان کو کافر کہنے یا اس کے خلاف اقدام کی اسلام میں اجازت نہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق جہاد کے دوران اگر دشمن بھی سلام کہہ دے تب بھی اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ یہ کہتے ہوئے کہ تم مومن نہیں ہو۔ ارشاد ہے کہ: یاایھاالذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا۔[6]

سلام اسلام کی ادنیٰ نشانی ہے اگر کوئی شخص اپنے ایمان کے اظہار کے لیے سلام کر لے

یا کلمہ پڑھ لے قرآن کے مطابق اس کا قتل جنگ کے ہنگامی حالات میں بھی جائز نہیں اس دوران کسی کے اسلام کی تحقیق نہایت مشکل ہے اندیشہ ہے کہ اس سے دشمن فائدہ اٹھائے مگر اسلام یہاں بھی اسے شک کا فائدہ دیتے ہوئے ظاہر پر عمل کی تلقین کرتا ہے، یہ انسانی جان کے احترام کی آخری حد ہے۔ بلا تحقیق محض شبہ کی بناء پر کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا درست نہیں۔ مجرم کے بچ جانے سے زیادہ بری بات یہ ہے کہ کوئی بے قصور سزا پائے یہ بات خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے۔ اور نہ صرف اسلام بلکہ دنیا بھر کے مہذب قوانین میں جرم وسزا کے اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے۔

6۔ خبر کی صحت اور تصدیق کے بغیر محض افواہوں کو پھیلانے سے بھی فتنہ اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ:

كفىٰ بالمرء اثماً ان يحدّث بكل ماسمع۔[7]

ترجمہ: انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر بات دوسروں کو سنانے لگے جو اس نے کہیں سے بھی سن لی ہو۔

قرآن کے مطابق انسان جو بات بھی اپنی زبان سے نکالتا ہے تو ایک مستعد نگران (فرشتہ) اسے محفوظ کرلیتا ہے۔ حدیث میں جلد بازی کو شیطانی کام قرار دیا ہے۔ جس میں فوراً کسی بات پر یقین کرنا، فوری رد عمل ظاہر کرنا، فوری کاروائی، سوچ وبچار اور نتائج پر غور وفکر کے بجائے فوری جذباتی رد عمل بڑا خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ سورۃ حجرات میں بغیر تحقیق کے محض سنی سنائی بات پر فوری ایکشن والے رویے کی مذمت اور اصلاح کی تلقین کی گئی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَــهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔[8]

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو مبادا کہ تم جا پڑو کسی قوم پر نادانی میں اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔

7۔   اسلامی تعلیمات کسی بھی زیادتی اور قانون شکنی کی صورت میں خود قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتیں کیونکہ ایسا عمل خود خلاف قانون ہے۔اگر ہر شخص خود فیصلہ کرنے اور سزائیں دینے لگے تو معاشرتی امن تہ وبالا ہو جائے گا اور کئی بے گناہ اس کی بھینٹ چڑھ جائیں گے۔ قرآن مجید نے مقتول کے اولیاء کو یہ حق تو دیا ہے کہ وہ قاتل کے خلاف مقدمہ کا فریق بنے لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں کہ وہ بطور خود قصاص کی کاروائی کرے۔قصاص کی سزا بہر حال عدالت ہی کے ذریعہ نافذ ہوگی۔

اسلامی تعلیمات اس کی قطعا اجازت نہیں دیتیں کہ کوئی شخص شریعت کے خلاف ہونے والے کسی عمل پر خود فیصلہ کرنے بیٹھ جائے اور ہتھیار اٹھا کر لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو عین بدکاری کی حالت میں دیکھے تو کیا وہ اسے قتل نہیں کرے گا؟ آنحضرت ﷺ نے اسے ایسی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور قانون کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی، جیسا کہ ارشاد ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ قال لرسول اللہ ارایت لو وجدت مع امراتی رجلا امھلہ حتیٰ اتی باربعۃ شھداء؟فقال نعم۔[9]

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ ؓ سے روایت ہے کہ سعد ابن عبادہ ؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھوں تو میں چار گواہ لانے تک انہیں مہلت دوں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔

8۔ غصے اور اشتعال کی فضا میں کئے گئے اقدامات بالعموم متوازن اور درست نہیں ہوتے کیونکہ اس موقع پر آدمی کی قوت فیصلہ کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لیے حدیث میں قاضی کو غصہ میں بھی فیصلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اور قرآن حکیم کی سابقہ ذکر کردہ آیت میں ایسی بری باتوں سے بھی گریز کا حکم دیا ہے جو مخالف کو مشتعل کر دیں۔ اشتعال انگیزی اور جذباتی نعرے اکثر بدامنی انتشار اور نقصان کا باعث بنتے ہیں اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوتے وقت اس صحابی سے جھنڈا لے لیا جنہوں نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ:

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة ۔۔۔۔۔ ولکن ھذا یوم یعظم اللہ فیه الکعبة ویوم تکسی فیه الکعبة۔[10]

ترجمہ: آج تو جنگ کا دن ہے آج تو کعبہ کی حرمت کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا آج تو رحمت کا دن ہے۔ یہ ایک ایسا دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں کعبے کو عظمت دی اور ایسا دن ہے کہ اس میں کعبہ کو کپڑا پہنایا جائے گا۔

اس اخلاقی کردار کے سامنے اور عام معافی کے اعلان سے پتھر دل موم اور خون کے پیاسے آپ ﷺ کے دیوانے بن گئے۔

9۔ بعض اوقات مذہبی جذبات، ذاتی مفادات اور نفسانی خواہشات کے زیر اثر ہوتے ہیں اور بعض دفعہ انہیں مذہب کا نام بھی دے دیا جاتا ہے حالانکہ جنگ وجہاد میں بھی اسلام مذہبی جذبات کو اعتدال میں رکھنے کی ہدایت کرتا ہے اور مجاہد کو بھی غیظ وغضب سے مغلوب نہ ہونے کی تلقین کرتا ہے اور جنگ کو بھی اخلاقی ضابطوں کا پابند بناتے ہوئے بچوں، بوڑھوں، مذہبی پیشواؤں اور جنگ سے گریز کرنے والوں کو نقصان پہنچانے سے منع کرتا ہے۔ یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ

حضرت علیؓ کافر کو بچھاڑنے کے بعد محض اس کے تھوکنے پر اسے قتل کرنے سے گریز کرتے ہیں تاکہ قتل کرنے میں نفس کی خواہش شامل نہ ہو جائے اور یہی اخلاقی کردار اسکے اسلام قبول کرنے کا باعث بنتا ہے ضبط نفس Self-Control کا یہ مقام حاصل ہو تو جہاد اور چمکتی ہوئی تلواریں بھی میدان دعوت بن جاتی ہیں کیونکہ اسلام انتہاء پسندی کا جواب اعتدال وتوازن سے، برائی کا اچھائی سے، فرت کا محبت سے اور گالیوں کا دعاؤں سے، جوش وجذبات کا ہوش وخرد اور حکمت سے دینے کی تعلیم دیتا ہے اور جانی دشمن کے ساتھ بھی ناانصافی سے منع کرتا ہے۔

10۔ اس وقت نوجوان نسل کے ذہنی انتشار کا اصل سبب وہ تضادات ہیں جو ہماری سوسائٹی، ہمارے نظام تعلیم اور میڈیا کے پیدا کردہ ہیں۔ جو متوازن اور متکامل شخصیت کے بجائے Split personality کی تشکیل کا باعث بن رہے ہیں۔ اور جب تک یہ تضاد سوسائٹی اور بالخصوص نظام سے ختم نہ ہوگا نوجوان نسل تضادات، شکوک وشبہات، ابہامات Confusion کا شکار رہے گی۔ اس کیلئے ہمیں ایک ایسے نظام تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے جو دین ودنیا کی جدائی کے سیکولر مغربی تصور کے بجائے وحدت علم اور محض عقل کے بجائے عقل ونقل (Revelation & Reason) کا جامع ہو، اخلاقی اقدار پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں اور ضروریات سے ہم آہنگ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے علمی فورمز کی تشکیل کی ضرورت ہے جہاں مختلف سوچ رکھنے والوں کے درمیان ڈائیلاگ مکالمہ کی فضا خوشگوار ماحول میں ہو، جہاں تنقید کی حوصلہ افزائی اور تنقیص و توہین کی حوصلہ شکنی پر مبنی رویوں کو ترویج دیا جائے۔ یہی وہ واحد حل ہے جس کے ذریعے فکری انتشار اور ذہنی ارتداد (Intellectual apostasy) کو روکنے میں مدد مل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی معتدل اور متوازن تعلیمات کو ان کی حقیقی روح کے ساتھ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اٰمین

حوالہ جات

[1] مذہب پرستی کی اصطلاح شعوری طور پر استعمال کی ہے یعنی ذاتی مذہبی فکر اور سوچ کو دین کا درجہ دینا جو کہ غلو فی الدین ہے. اسلام کی اصطلاح مذہب پرستی کی نہیں اتباع دین کی ہے۔

[2] الانعام6: 108

[3] **القشیری، ابوالحسین مسلم ابن الحجاج**، الجامع الصحیح للمسلم/ المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول اللہﷺ، **دارالکتب العربی، بیروت**، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیه،ج3، ص1470

[4] **ایضاً**،کتاب الایمان، باب بیان حال الایمان من قال لاخیه المسلم یاکافر، ج1، ص79

[5] **السجستانی، ابوداؤد سلیمان ابن اشعث**،سنن ابوداؤد، **دارالکتب العربی، بیروت**، کتاب الجهاد، باب علی ما یقاتل المشرکون،ج2، ص348

[6] النساء4:94

[7] **بحوالہ بالا**،سنن ابوداؤد،کتاب الادب، باب تشدید فی الکذب،ج2، ص339

[8] الحجرات6:49

[9] **بحوالہ بالا**،سنن ابوداؤد،کتاب الدیات، باب فیمن وجد مع اہله رجلا ایقتله،ج4، ص305

[10] **البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل**،الجامع الصحیح للبخاری/ الجامع المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننه وایامه ، **قدیمی کتب خانہ، کراچی**،کتاب المغازی، باب این رکز النبی ﷺ الرای یوم الفتح،ج2، ص613